REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۵ — شمارہ ۱۵

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر: منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ ... روپیہ۔ بیرونی ممالک: بذریعہ ہوائی ڈاک ... پاؤنڈ یا ... ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک ... پاؤنڈ یا ... ڈالر امریکن

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

۲۲ ذیقعدہ ۱۴۱۶ ہجری ۱۱ شہادت ۱۳۷۵ ہش ۱۱ اپریل ۱۹۹۶ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۵ اپریل (ایم۔ ٹی۔ اے)
سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔
احبابِ کرام پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے اور خصوصی حفاظت کیلئے دعائیں کرتے رہیں۔
اللہ تعالیٰ ہر آن حضور انور کا حامی و ناصر ہو اور روح القدس سے آپ کی تائید و نصرت فرماتے۔ آمین۔

یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لہلہاتے کھیت دکھائے

"آج عید الضحیٰ کا دن ہے اور عید ایک ایسے مہینے میں آئی ہے جس پر اسلامی مہینوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ یعنی پھر محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک سر کی بات ہے کہ ایسے مہینہ میں عید کی گئی ہے جس پر اسلامی مہینہ یا زمانہ کا خاتمہ ہے اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنے والے مسیح سے بہت مناسبت ہے۔ وہ مناسبت کیا ہے؟ ایک یہ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخر زمانہ کے نبی تھے اور آپ کا وجود باجود اور وقت بعینہ گویا عید الضحیٰ کا وقت تھا۔ چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ آپ نبی آخر الزمان تھے اور یہ مہینہ بھی آخر الشہور ہے، اس لئے اس مہینہ کو آپ کی زندگی اور زمانہ سے مناسبت ہے۔ دوسری مناسبت چونکہ یہ مہینہ قربانی کا مہینہ کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ جیسے آپ لوگ بکری، اونٹ، گائے، دنبہ ذبح کرتے ہو ایسا ہی وہ زمانہ گزرا ہے، جب آج سے تیرہ سو سال بیشتر خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے۔ حقیقی طور پر عید الضحیٰ وہی تھی اور اسی میں ضحیٰ کی روشنی تھی۔

یہ قربانیاں اس کا لب نہیں پوست ہیں۔ روح نہیں جسم ہیں۔ اس سہولت اور آرام کے زمانہ میں ہنسی خوشی سے عید ہوتی ہے اور عید کی انتہا ہنسی خوشی اور قسم قسم کے تعیشات قرار دیے گئے ہیں۔ عورتیں اسی روز تمام زیورات پہنتی ہیں۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں۔ مرد عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اور عمدہ عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں اور یہ ایسا مسرت اور راحت کا دن سمجھا جاتا ہے کہ بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے.... الغرض ہر قسم کے کھیل کود، لہو و لعب کا نام عید سمجھا گیا ہے، مگر افسوس ہے کہ حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔
درحقیقت اس دن میں بڑا سر یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لہلہاتے کھیت دکھائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔ اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے اور خدا کے حکم کے سامنے اس کی اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے اقربا و اعزا کا خون بھی خفیف نظر آوے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی۔ خونوں سے جنگل بھر گئے۔ گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ باپوں نے اپنے بچوں کو بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا۔ اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جاویں تو ان کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کے کونسا حصہ باقی ہے۔ یہ عید الاضحیہ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید تو کہتے ہیں مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔ عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور ذاتی مجاہدہ ہے اور اس کا نام بدل الروح ہے۔ مگر یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں، ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے اور جس پر افسوس! کہ توجہ نہیں کی گئی۔ خدا تعالیٰ نے جس کے رحم کا ظہور کئی طرح پر ہوتا ہے۔ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہ بڑا بھاری رحم کیا ہے کہ اور امتوں میں جس قدر باتیں پوست اور قشر کے رنگ میں تھیں، ان کی حقیقت اس امت مرحومہ کو دکھلائی ہے۔" (ملفوظات جلد اول طبع جدید صفحہ ۴۲۳، ۴۲۰)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۱ر شہادت ۱۳۷۵ہش

ایڈز ــ قدرت کا ایک بھیانک انتقام

(۵۱)

اس موقعہ پر یہ لکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ عورت آج نہایت قابل رحم حالت پر پہنچ گئی ہے۔ عورت کا جسم مردوں کے لئے ایک کھلونا بن کر رہ گیا ہے کہ وہ جب چاہے اس کو استعمال کرے جتنا چاہے کپڑے پہنائے جتنا چاہے ننگا کر دے۔ جہاں چاہے اس کے حسن کی نمائش کرے اور جس پوز میں چاہے اس کے فوٹوز لے اور پھر اس کی تمام دنیا میں نمائش کرے۔ پہلے تو حیا دار عورت کو یہ کہہ کر گھر سے باہر نکالا گیا کہ گھر میں رہنا عورت کی فرسودگی اور پسماندگی کی علامت ہے اور پھر گھر سے نکال کر اسے تمام دنیا کے مردوں کے لئے حسن و زیبائش کی فراہمی کا ایک ذریعہ بنا دیا گیا۔ اور اب حالت یہ ہے کہ مردوں کو جنسی تسکین مہیا کرنے کے لئے عورت بالکل ننگی ہو چکی ہے اس کی حیا کا شیشہ ٹوٹ کر چور چور ہو چکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کرکے عورت کو عزت و فخر کا مقام حاصل ہوا ہے یا وہ صرف مردوں کی عیاشی اور جنسی تسکین کا آلہ بن کر رہ گئی ہے۔ حد یہ ہے کہ اس کے بعد اسے ایسے مردوں کی طرف سے ٹھوکریں ماری جاتی ہیں اور ایسی عورتیں ایسا کرکے بھی کوئی قابل فخر اور قابل عزت ہستیاں نہیں ہیں۔ مفاد پرست مرداں کو اپنی جنسی تسکین کا آلہ بنا کر پھر در در کی ٹھوکریں کھانے کے لئے مجبور کر دیتے ہیں۔ اگر ہماری یہ بات صحیح نہیں ہے تو کیا یہی مرد جو ایسی عورتوں کی جسمانی نمائش کراتے ہیں کیا پھر انہیں اپنی بیویوں کے طور پر قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں؟ کیا وہ عورتوں کو بازاری بنا کر پھر انہیں اپنی بہو بنانے کے لئے راضی ہوتے ہیں؟ کیا وہ پسند کرتے ہیں کہ اپنی حقیقی بیٹیوں کے گلے میں بھی ویسے ہی بانہیں ڈال کر نچوائیں اور ان کی حسن کے بازار کے لئے زیبائش کریں جیسے وہ آزاد تہذیب کے نام پر غیروں کی بیٹیوں کے گلے میں بانہیں ڈال کر ناچتے ہیں اور ناچنے کے بعد انہیں رقم دے کر رخصت کر دیتے ہیں۔

آج کی آزادی پسند عورت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ آزادی کے نام پر اس سے جو ننگا ناچ نچوایا جا رہا ہے وہ دراصل اس کی عزت و آبرو کے گھڑے میں سوراخ کر کے اس کی عصمت کو چکنا چور کرنے کی ایک خوفناک سازش ہے اس سے عورت کو آزادی نہیں ملی بلکہ وہ اگر سمجھے تو وہ مفاد پرست مردوں کا کھلونا بن کر رہ گئی ہے۔ عورت کو سوچنا چاہیئے کہ کیا اس کی آزادی کا مطلب یہی ہے کہ وہ نیم برہنہ ہو کر گھر سے بازار کی رونق بنے، بازار سے پھر گھٹیا قسم کے اخباری صفحات یا ٹی۔ وی سکرین کے ذریعہ ایک دل لبھانے کا سامان بن جائے اور پھر وہاں سے سفر کرتی ہوئی ہوٹلوں، خانوں اور شراب خانوں کی زینت بن جائے۔ کیا اس کی آزادی کا مطلب صرف راہ لنگ کرنا اور ننگے لباس پہن کر مقابلہ حسن کرنا ہے۔ کیا قدرت کی طرف سے اس کو جسمانی حسن اس لیئے عطا کیا گیا ہے تو وہ ننگی ہو کر تجارتی کمپنیوں کے تجارتی ساز و سامان کی نمائش کرے...... ہرگز نہیں! ــــ ایسا ہرگز نہیں ہے...... !! یہ تو عورت کی عزت و عصمت اور اس کی تکریم و تعظیم سے کھلواڑ ہے۔ اسی لیئے ضروری ہے کہ عورت اس سازش کو محسوس کرے اور جہاں عورتوں نے جہیز کے خلاف اور اپنے متعلق ہونے والی دیگر زیادتیوں کے خلاف اپنی تنظیمیں بنائی ہیں ویسے ہی عورت کو عورت کی گرتی ہوئی عصمت و عزت کے قیام کے لئے گاؤں گاؤں اور شہر شہر آواز میں اٹھانی چاہئیں۔ ایسی عورتوں کو جو چند ٹکوں کی خاطر مردوں کے ہاتھوں بک جانے کو اپنی عزت سمجھتی ہیں۔ پیار و محبت سے سمجھانا چاہیئے کہ ایسا کرکے وہ پیسہ اور عزت نہیں بلکہ خود کو اور اپنی اگلی نسلوں کو ذلت و نکبت کی طرف لوٹا رہی ہیں اور ایسا کرکے معاشرے کو خوفناک بیماریوں اور جرائم میں دھکیل رہی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ عورت آزاد ہے وہ مردوں کے شانہ بشانہ چلے گی اور اسی طرح عورت بیچاری کو تو مردوں نے اپنی سہولت کے لئے اپنے کاروبار اور اقتصادیات کو چمکانے کے لیئے ساتھ ملا لیا لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس طرح اس نے اپنی ذمہ داریاں تو گھٹا لیں لیکن صنف نازک کی ذمہ داریاں بڑھا دیں کیا عورت کو اگر مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے لئے مجبور کیا گیا ہے تو کبھی مرد نے بھی اس کے بچہ پیدا کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ اور اگر عورت نو ماہ تک بچہ کو پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے تو مرد بھی اس کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے اس زحمت کو کبھی برداشت کرتے ہیں کیا عورت اگر اپنے پستانوں سے بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو مرد نے کبھی اس فریضہ میں اس کے ساتھ حصہ داری نبھائی ہے کیا اگر عورت کے جسم کی بناوٹ ایسی ہے کہ وہ مہینہ میں سات روز تک بلیڈنگ کی تکلیف کو برداشت کرتی ہے تو مرد بھی کبھی اس کام میں اس کے شانہ بشانہ کھڑا ہوا ہے۔

جب یہ بات واضح ہے کہ عورت کے جسم کی بناوٹ کے لحاظ سے قدرت نے اس کی ڈیوٹیاں ایسی لگائی ہیں جن کا تعلق اندرون خانہ سے ہے تو اس کے مطابق گھر کی تمام ذمہ داریاں یعنی بچے کی پیدائش اور ان کی پرورش عورت کی ذمہ داری ٹھہری اور مرد کی ڈیوٹی بیرونی امور کی انجام دہی اور عورت اور اولاد کے اخراجات کی ذمہ داری ہوئی۔ اب چاہیئے تو یہ کہ چونکہ عورت مرد کی نسبت کمزور ہے اس لئے مرد عورت کے ساتھ اس کی اندرون خانہ ذمہ داریوں میں بھی ہاتھ بٹاتے۔ الٹا مردوں نے اپنے نکمے پن کی وجہ سے عورت ذات پر اندرونی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ بیرون خانہ سج سنور کر مرد کے شانہ بشانہ چلنے کی ڈیوٹی بھی لگا دی۔ اس طرح جہاں عورت ذات کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے وہاں ان بچوں کے ساتھ بھی زیادتی ہوئی ہے جن کو اپنی ماں کی عدم توجہ کے نتیجہ میں صحیح تربیت و عمدہ نشو و نما نہیں مل سکی۔

پس عورت کا فرض ہے کہ وہ جھوٹی آزادی کی راہ دکھانے والے مفاد پرست مردوں کے جنگل میں پھنسنے کی بجائے اپنے اور اپنے بچوں کے خلاف ہونے والی ان زیادتیوں کے خلاف میدانِ جہاد میں نکلے۔

شاید کوئی اس موقع پر یہ بات سوچے کہ اس مضمون کا بھلا ایڈز سے کیا تعلق لیکن حقیقت یہ ہے کہ عورت کی یہی آزادی و بے باکی اور بے پردگی کے ساتھ آرائش و زیبائش حسن ہی تو ہے جس سے غیر مرد و عورت کا باہم میل جول شروع ہوا۔ مفروضہ یہ گھڑا گیا کہ جب ایک عورت عورت سے یا مرد مرد سے آزادی کے ساتھ مل سکتے ہیں تو پھر مرد و عورت آزادی سے کیوں نہیں مل سکتے اور اس تعلیم کو کہ غیر مرد و عورت باہم ناجائز میل جول نہ رکھیں ایک فرسودہ خیال سمجھا گیا۔ نتیجۃً آزادی کے نام پر غیر مرد و عورت باہم ملنے شروع ہوئے اور پھر فطری بے اعتدالی کے بہاؤ میں اس طرح بہے کہ پھر اس کو روکنا انسانوں کے بس کی بات نہیں رہی۔ اگلی نسل نے بھی جوانی کی حسین وادی میں قدم رکھتے ہی اپنے لیئے بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ چننے شروع کر دیئے اور پھر طرح طرح کی آرائش و زیبائش کے ساتھ نیم برہنہ لباسوں میں ملبوس ان ملاقاتوں نے وہ گل کھلائے ہیں جن کی کسی قدر تفصیل اور جن کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ناجائز بچوں کے اعداد و شمار ہم گذشتہ اقساط میں پیش کر چکے ہیں۔

اگر عورت باپردہ رہتی تو اس بے باکی سے مرد و عورت کا ناجائز میل جول نہ ہوتا اور اگر عورت گھر کی چار دیواری پر اکتفا کرتی تو پھر اس کی اگلی نسل اپنے لیئے ناجائز راستوں کو اختیار نہ کرتی بلکہ ہوتا یہ کہ ہر نسل ماں باپ کی صحیح نگرانی میں صحت مند نشو و نما پاتی اور ایک صالح معاشرہ کی بنیاد پر آئندہ پیدا ہونے والے صالح معاشروں کی عمارتیں کھڑی ہوتی چلی جاتیں۔

یہاں ہم اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ عورت کو باپردہ رکھنے یا گھر کی چار دیواری میں رہنے کی تعلیم دینے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کے جذبات کو کچل کر اس کو عمر قید کی سزا دی جائے بلکہ جو لوگ ایسا سمجھتے

خطبہ جمعہ

جھوٹ کے خلاف ایک عالمی جہاد کی ضرورت ہے

اور اس جہاد کا جھنڈا جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں تھمایا گیا ہے

ماہ رمضان کا تمام تر مقصد خدا کا ملنا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۹ر فروری ۱۹۹۶ء بمطابق ۹ر تبلیغ ۱۳۷۵ ہش بمقام مسجد فضل لندن۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَٰتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ وَأَن تَصُومُوا۟ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ: ۱۸۴۔۱۸۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے جاتے رہے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ "ایاما معدودات" گنتی کے چند دن ہیں یا چند دن جنہیں گنا جاتا ہے "فمن کان منکم مریضا او علی سفر" پس تم میں سے جو بھی کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں وہ یہ گنتی پوری کرلے" وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" اور وہ لوگ جو طاقت نہیں رکھتے یعنی روزے کی طاقت نہیں رکھتے ان پر مسکین کو کھانا کھلانا فدیہ ہے یا وہ لوگ جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں ان کو فدیہ دینا چاہئے "فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ" پس اس بہادر سے جو طوعی نیکی، شوق سے نیکی کرنے والا ہو یہی اس کے لئے اچھا ہے یعنی نیکی میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہئے" وان تصوموا خیر لکم" اور اگر تم روزے رکھ سکو تو یہ بہتر ہے اگر تم اس کو جانتے کہ اس میں کیا فوائد ہیں۔

یہ آیت پہلے بھی میں نے رمضان ہی میں تلاوت کی تھی پہلے بھی اس کے متعلق کچھ باتیں آپ کی خدمت میں عرض کی تھیں مگر قرآن کریم کے مضامین تو بے انتہا ہیں ہر آیت کو بار بار پڑھنے سے کچھ نئے مضامین سامنے آتے چلے جاتے ہیں۔ رمضان کے تعلق میں سب سے پہلے تو میں یہ "گنتی کے چند دن" کی بات کرتا ہوں جیسا کہ میں نے کہا تھا ایک پہلو اس کا یہ ہے کہ تھوڑے دن ہی تو ہیں چند دن کی بات ہے اور یہ پہلو کمزوروں کے لئے ہے۔ وہ لوگ جو روزے کا خوف کھاتے ہیں، جو روزے سے ڈرتے ہیں جن کو نیکیوں کی عادت نہیں جن کو خدا کی راہ میں قربانیاں دینے کی مشق نہیں ہے ان کے لئے یہ بات کیسے پیارے انداز سے ایک سہارا ہے۔ چند دن کی بات ہے کچھ کرو، جو کچھ کر سکتے ہو کرلو اس سے تمہیں فائدہ پہنچے گا" ان کنتم تعلمون کاش کہ تم جانتے تمہیں پتہ ہوتا کہ یہ چند دن قربانی تمہارے لئے کیسی دائمی برکتیں لے کے آئی ہے۔ ایک دوسری بات "معدودات" میں یہ ہے کہ افسوس کہ یہ چند دن کی باتیں ہیں بہت پر بہار موسم آنے والا ہے مگر وہ لوگ جن کو محبت ہو عشق ہو ہر بار رمضان سے گزرنے کے بعد ایسے روحانی تجربات ہوئے ہوں ایسے لطف انہوں نے اٹھائے ہوں تو وہ جب رمضان گزرنے لگتا ہے پھر حسرت سے دیکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں چند دن کی باتیں تھیں جو گزر گئیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باقی سال میں وہ کیوں انہی نیکیوں کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر بات کے موسم ہوا کرتے ہیں بہار کا بھی ایک موسم ہے۔ خزاں کا بھی ایک موسم ہے اور موسم پر انسان کو اختیار نہیں۔ یہ تو ممکن ہے کہ خزاں کا موسم ہو اور کچھ پودے پھول پھل رہے ہوں لیکن عمومی کیفیت یہی ہے کہ جہاں تک قاعدہ کلیہ کی بات ہے خزاں میں کم ہی سبزہ دیکھنے آتا ہے اور کم ہی پودے ہیں جنہیں خزاں موافق آیا کرتی ہے اور بہار میں بھی یہی صورت ہے کہ عمومی طور پر ہر چیز سرسبز و شاداب دکھائی دیتی ہے، سوکھے ہوئے درخت ہرے ہونے لگتے ہیں، شاخیں کونپلیں نکالتی ہیں اور رونق پھر دوبارہ لوٹ آتی ہے لیکن کچھ ایسے بھی سوکھے درخت ہیں جو بہار آنے پر بھی سوکھے رہ جاتے ہیں تو موسم کی بات ہے۔ رمضان ایک موسم لے کر آتا ہے یہ موسم قرب الٰہی کا موسم ہے۔ یہ موسم فضا تبدیل کردیتا ہے کمزور بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور طاقتوروں کے ارد گرد سہارے بن جاتے ہیں طاقتوروں کو اور آگے بڑھنے کی توفیق ملتی ہے۔ تو موسم کے بدلنے میں جو چیزیں ہوتی ہیں وہ سب یہ موسم لیا ہوا ہی تو ہو نہیں سکتیں سوائے اس استثناء کے سوائے ان لوگوں کے جن کو خدا کے حضور ایک دائمی حضوری حاصل ہے مگر وہ کم ہوتے ہیں وہ استثناء ہیں۔

پس "ایاما معدودات" کے یہ دوسرے معنے بنیں گے کہ گنتی کے چند دن آکے گزر جانے والے ہیں اور کاش یہ جاری رہ سکتے مگر جتنے دن ہیں ان سے تو پورا فائدہ ہم اٹھائیں۔ اور "معدودات" میں جو حسن پیدا ہوتی ہے کہ یہ گزرنے والے دن ہیں اس کی مثال وصل کی گھڑیوں سی ہے۔ وصل کی گھڑیاں بھی تو بعض دفعہ مقرر ہوتی ہیں معین ہو جایا کرتی ہیں۔ پتہ ہے کہ محبوب کتنی دیر کیلئے آیا ہے اور انسان چاہتا ہے کہ اس کا ہر لمحہ اس کے قرب میں گزر جائے یہ بھی "ایاما معدودات" ہیں اور سزا کی گھڑیاں بھی معین ہوتی ہیں، فراق کے لمحے بھی "ایاما معدودات" بن سکتے ہیں لیکن کتنے مشکل لمحات ہیں کہ ایک ایک گھڑی، ایک ایک دن، ایک ایک رات گن گن کے کاٹنی پڑتی ہے۔

تو "معدودات" کے دونوں معنے ہیں اور ان دونوں معنوں میں یہ مضمون رمضان مبارک پر صادق آتا ہے۔ اور پھر عجیب بات ہے کہ اس کے دن واقعی اس طرح کسی اور مہینے کے دن گنے نہیں جاتے۔ آج پہلا روزہ ہو گیا، آج دوسرا ہو گیا، آج تیسرا ہو گیا اور دن گنتے وقت بھی وہی کیفیت گنتے۔ اپنے اپنی الگ الگ کیفیت اس کے لئے الگ الگ پیغام لے کے آتی ہے۔ آخر پہ جب پہنچ جاتے ہیں تو وہ لوگ جو ڈرتے ڈرتے رمضان میں داخل ہوئے تھے کہ کتنا لمبا رمضان پڑا ہے آج ایک روزہ گزرا ہے اور بڑی مشکل سے

گزرا ہے، کل دوسرا ہوگا پھر تیسرا پھر چوتھا لیکن جب رمضان آگے بڑھتا ہے جب اپنے اختتام کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے جیسے آبشار کے قریب پہنچتے پہنچتے دریا کی کیفیت ہوتی ہے۔ اس میں ایک روانی آ جاتی ہے ایک تیزی آ جاتی ہے، ایک بہاؤ ہے جو موجیں مارتا ہوا اس کنارے کی طرف بڑھتا ہے۔ پس رمضان بھی جب بیچ کا نصف گزر چکا ہو تو ایسے لگتا ہے رفتہ رفتہ انسان محسوس کرتا ہے کہ اب یہ اس کنارے پر پہنچا ہے جس کے بعد یہ آبشار بن جائے گا اور آبشار بننے کے دن دراصل یہ آخری دس دن ہیں۔ اس قدر جوش اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے رمضان میں جیسے طغیانی آئی ہوئی ہو اور ہم ان دنوں کے قریب ہیں اس لئے آپ دیکھیں کہ پچھلا پندرہ دن جب پندرہ روزے گزرے ہیں اس کے اعراب کچھ درمیان تو وقت کا پتہ ہی نہیں چلا کہ کیسے گزر گیا تو اس لئے کہ ہم اس آبشار کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ آج انیسواں روزہ ہے کل اعتکاف شروع ہو جائے گا۔ عام طور پر اکیس سے انتیس تک کے دس دن اعتکاف کے ہونے چاہئیں، مگر چونکہ یہ پتہ نہیں لگ سکتا تھا کہ آخری دس دن نصیب ہوں گے کہ نہیں اس لئے احتیاطاً گیارہ دن کا اعتکاف ہونے لگا۔ کیونکہ اگر انتیس کے روزے ہو جائیں اور آپ دس دن کے خیال سے اعتکاف بیٹھیں تو اعتکاف نو دن کا رہ جائے گا اور اعتکاف کے لئے دس دن کی شرط ہے۔ اس لئے فقہاء اور علماء نے اس کے سوا چارہ نہ پایا اور یہی دستور یہی سنت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی کہ رمضان مبارک کے آخر پر اس احتمال سے کہ کہیں انتیس کا رمضان نہ ہو ایک دن پہلے اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اب جبکہ یقینی طور پر ہمیں پتہ چل چکا ہے کہ آخری دس دن ہمیں میسر آسکتے ہیں اگر تیس کا رمضان ہے اس کے باوجود ہم اعتکاف کو ایک دن پہلے ہی شروع کرتے ہیں کیونکہ ایک دن کم کرنے کا فائدہ تو کوئی خاص نہیں مگر ایک دن بڑھانے کی برکت بڑی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت یہ تھی۔ آپ بھی تو اسی طرح کبھی گیارہ دن، کبھی دس دن بیٹھتے تھے مگر اس احتمال سے کہ دس نو نہ رہ جائیں آپ گیارہ قبول کر لیتے تھے پس اگر اس احتمال سے کہ دس کہیں نو نہ رہ جائیں گیارہ قبول کئے جاسکتے ہیں اس ذوق و شوق سے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت پر عمل ہو جائے کیوں دس کو گیارہ نہ بنایا جائے۔ پس اسی لئے ہم نے باوجود یقینی علم ہونے کے اس طریق کو تبدیل کرنا پسند نہیں کیا اور اب بھی تمام احمدی مساجد میں قطعی طور پر علم ہونے کے باوجود کہ یہ تیس دن کا رمضان ہے گیارہ دن کا اعتکاف بیٹھا جاتا ہے بجائے دس دن کے اور جب انتیس کا ہو تو پھر وہ طبعی طور پر دس ہی دن کا بن جاتا ہے۔

> **یہ بھی دیکھیں کہ رمضان میں آپ کی وہ نیکیاں جن کی آپ کو پہلے توفیق ملا کرتی تھی کسی نئے جذبے سے جاگ اٹھی ہیں کہ نہیں**

پس اعتکاف کل سے شروع ہونے والا ہے اور جب اعتکاف آ جائے تو پھر تو آبشار کا منظر بالکل سامنے کھل کے آ جاتا ہے۔ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ آدمی خود چل رہا ہے یا چلایا جا رہا ہے۔ کشتیاں کئی دفعہ چلائی جاتی ہیں کئی دفعہ وہ بہائے لئے جاتی ہیں۔ تو رمضان کے آخری دس دن تو انسان کو بہائے لے جاتے ہیں اور اور قسم کی بھی آبشاریں پیدا ہوتی ہیں، جو آنسوؤں سے جاری ہوتی ہیں، دلوں سے پھوٹتی ہیں اور دماغوں کی آبشاریں ہیں جو ان آنسوؤں کے ساتھ ساتھ گرتی ہیں۔ پس عجیب مناظر ہیں جو آخری دس دن ہمارے سامنے لانے والے ہیں اور ان مناظر کو دیکھتے ہوئے اگر ان کی کیفیات سے گزریں پھر اس آیت کا مفہوم سمجھ آتا ہے "ایاماً معدودات" چند گنتی کے دن تھے گزر گئے پتہ نہیں ہم خدا کو راضی کر سکے کہ نہیں کر سکے۔ پتہ نہیں ہمارے گناہ بخشے گئے کہ نہیں بخشے گئے۔ پتہ نہیں ہم ویسے ہی تو نہیں نکل رہے جیسے داخل ہوئے تھے۔ چکنا گھڑا لاکھ سال بھی پانی میں رہے جب نکلتا ہے اسی طرح چکنا، پانی کے بغیر اس کے اندر پانی کا ایک ذرہ بھی سرایت کیا ہوا محسوس نہیں ہوتا۔ SCIENTIFICALLY تو معلوم کرلیں گے مگر انسانی تجربے کے لحاظ سے چکنا گھڑا کہتے ہیں لاکھ سال بھی رہے گا تو چکنا گھڑا ہی نکلے گا۔ پس ایسے بھی تو ہیں بدنصیب جو جیسے داخل ہوتے ہیں ویسے ہی نکل آتے ہیں۔ مگر ایسے بھی ہیں جو جیسے داخل ہوتے ہیں اس سے بدتر نکلتے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ ان کے متعلق ڈرنا چاہئے۔ کہ بعض دفعہ ایسے لوگ قوموں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ رمضان کے مہینے میں جو لوگ شرارت سے باز نہیں آتے، جو فتنہ فساد پھیلانے سے باز نہیں آتے، جو دنیا کا امن اٹھانے کی تدبیریں سوچتے ہیں اور خدا کے نام پر منبر پر کھڑے ہو ہو کے ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے بعضوں کے دل بعض دوسروں سے نفرت کرنے لگیں اور بعض قوموں میں غیظ و غضب سے بھر جائیں اور رمضان کے مہینے میں مذہبی منافرت کی تقریریں بھی خوب چلتی ہیں۔ پس ایسے بھی ہیں جو داخل تو کچھ نسبتاً بہتر ہوتے ہیں لیکن جب نکلتے ہیں تو بہت بدتر ہو کے نکلتے ہیں تو یہ تینوں امکانات ہیں اور یہ گنتی کے چند دن دیکھیں کیسے کیسے انقلاب لے آتے ہیں۔

پس دعا کریں اور توفیق پائیں اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ساتھ، محنت کے ساتھ کہ جو دن باقی ہیں ان کا حق ادا کریں ان کو اس طرح اپنا لیں کہ آپ کو ان دنوں سے پیار ہونے لگے، وہ دن آپ کو اپنا لیں کہ اپنی برکتیں آپ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں۔ پس جب نکلیں تو دامن بھرے ہوئے ہوں، نکلیں تو کچھ پیاس بجھی ہوئی ہو، کچھ پیاس لگی ہوئی ہو۔ پیاس بجھے اس پہلو سے کہ خدا کے قرب کی علامتیں دیکھ لیں اور اس کے لطف اٹھا لیں۔ پیاس لگے اس پہلو سے کہ جو ایک دفعہ مزہ پڑ گیا ہے اس کی یاد آپ کو پھر ان مزوں کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے بے قرار کر دے۔ تو یہ وہ چند دن ہیں جن کے تقاضے ہیں۔ ان تقاضوں کے متعلق جو مختلف نصیحتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث سے میں نے اخذ کی ہیں اور کچھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات یا تحریرات سے اخذ کی ہیں آپ کے سامنے وہ رکھتا ہوں۔

صحیح بخاری کتاب الصوم باب الریان للصائمین میں درج ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو "ریان" کہتے ہیں قیامت کے دن روزہ دار اس سے داخل ہوں گے اور ان کے سوا کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ بند کر دیا جائے گا اور پھر کوئی اس سے جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

یہ جو "ریان" لفظ ہے یہ دراصل سیری کا نام ہے۔ سخت پیاس اور طلب کے بعد کوئی چیز حاصل ہو تو اس سے جو لطف حاصل ہوتا ہے اس کا نام "ریان" ہے۔ پانی تو ہم روزمرہ پیتے ہیں مگر "ریان" اصل میں اس پانی پینے کو کہیں گے جس میں پیاس بھڑک اٹھی ہو اور پھر جب آپ پانی پیتے ہیں تو جو سیرابی نصیب ہوتی ہے اس کو "ریان" کہا جاتا ہے۔ پس "ریان" کا معنی ہے جو خاص طور پر قابل توجہ ہے اور دوسرا جنت کا گیٹ یا جنت کا دروازہ ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں پہلے بھی میں سمجھا چکا ہوں کہ یہ تمثیلات ہیں۔ یہ تو نہیں کہ لوہے، لکڑی یا اینٹ پتھر کا کوئی گیٹ بنا ہوا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسانی فطرت اس طرح تیار کی گئی ہے کہ بعض نعمتیں جنت میں انہی کو

حاصل ہوں گی جن کے لئے پہلے انسانی فطرت کو ان کے مطابق تیار کر دیا گیا۔ پس "الریان" کے دروازے سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں جنہوں نے خدا کی خاطر اپنی خواہشات کو ترک کر دیا اور پیاس سے مراد صرف پانی کی بحث نہیں ہے۔ تمام خواہشات پیاس کا مقام رکھتی ہیں، تمام خواہشات ایک بھڑک پیدا کرتی ہیں جو پیاس سے مشابہ ہے اور دنیا کے ادب میں ان کو ہمیشہ پیاس ہی قرار دیا گیا۔

پس "ریان" کا معنی ظاہری پانی کی پیاس نہیں۔ ہر طلب ہر خواہش جو فطرتاً انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے اور ایک بھڑک لگا دیتی ہے جب وہ بھڑکتی ہے اور جوش مارتی ہے اس وقت جو لوگ خدا کی خاطر رکے رہتے ہیں جب وہ اپنی پیاس کو خدا کی اجازت سے بجھاتے ہیں تو جو لطف اس کا ہے وہ عام حالت میں نہ پیاس بجھانے کا لطف ہے نہ ویسے خواہش کو پورا کرنے میں کوئی لطف ہے۔ بھڑکی ہوئی خواہش کو پورا کیا جائے تو لطف اور ہی بڑھ جاتا ہے۔ مگر اگر کسی محبوب کی رضا کی خاطر لیا کیا جائے تو پھر جو لطف ہے وہ دہرا لطف ہے اور اسی کا نام وہ دروازہ ہے جس میں سے وہ داخل ہوں گے۔ ورنہ پیاس کے مضمون کو تو سب جانتے ہیں۔ پیاس کی سیری سے بھی سب واقف ہیں۔ کوئی طوعاً کوئی مجبوراً یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ امیر آدمی کو کبھی پیاس کا تجربہ ہی نہ ہوا ہو یا خواہش ہوئی ہو تو اسے دبانے کی توفیق نہ ملی ہو یا اس کا تجربہ نہ ہوا ہو بعض دفعہ تو فقتی مجبوری کی توفیق ہوتی ہے۔ پس امیر سے امیر آدمی کی ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔ بعض خواہشیں زور مارتی رہتی ہیں جب پوری ہوں تب پتہ چلتا ہے۔ مگر ان سب کو جنت کے اس دروازے سے داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی جو "الریان" کہلاتا ہے۔

یہاں مراد یہ ہے کہ خدا کی خاطر، خدا کی رضا کی خاطر جب خواہش پوری کر سکتے تھے اور نہیں کی گئی، جب پیاس بجھا سکتے تھے اور نہیں بجھائی اس وقت تم جانتے ہو کہ دنیا میں روزے نے تمہیں سکھا دیا ہے کہ جب پیاس بجھاتے ہو تو دوہری لذت حاصل کرتے ہو کہ اپنے رب کی خاطر میں ایک امتحان سے کامیابی سے گزر گیا اور گھونٹ گھونٹ پانی اپنے اندر دہری لذتیں رکھتا ہے کہ اب خدا کی اجازت سے میں نے اپنی پیاس کو بجھایا یا اپنی دوسری خواہشات کو پورا کیا۔ تو یہ جو جنت کا ایک زائد مضمون ہم یہاں اپنے لئے پیدا کر دیتے ہیں یہی وہ دروازہ بنا تا ہے۔ یعنی ہم اس دنیا میں خود اپنے اس دروازے کو تعمیر کر رہے ہیں جو آخری دنیا میں ہمارے سامنے پیش ہوگا اور جس نے دروازہ بنایا ہے جس کا وہ مالک وہی اس سے گزرے گا اور کوئی نہیں گزر سکتا۔ پس یہ مراد نہیں کہ ایک گیٹ اکٹھا ایک جگہ کھڑا ہوا ہے اور کروڑہا آدمی اس کے سامنے QUEUE (لائن) لگا کر کھڑے ہیں کہ ہمیں اجازت ہو تو ہم بھی اس میں سے گزریں کیونکہ جنت میں تو دوسرے دروازوں سے بھی گزر رہے ہیں تو کیا بار بار نکلنا پڑے گا۔ پھر اگر یہ منظر ہو تو کوئی روزے کے دروازے سے گیا ہے کوئی نماز کے دروازے سے گیا ہے کوئی جہاد کے دروازے سے گیا ہے اور جو روزے دار جہاد کے دروازے سے گیا ہے وہ کہے گا روزے کا مزہ تو میں نے چکھا کوئی نہیں اب چلو پھر دوبارہ باہر نکلتے ہیں اور روزے والے دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔ یہ سوچ ان لوگوں کی ہے جو دنیاداری کے مضامین کو دین پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دین کے اپنے محاورے ہیں اور دین کی الگ کیفیات ہیں اور ایسا ممکن ہے کہ بیک وقت ایک انسان مختلف لذتیں حاصل کر رہا ہوگا گویا دروازے بظاہر الگ الگ ہیں لیکن آپ ان سب دروازوں سے بیک وقت داخل ہو رہے ہیں۔ مثلاً ایک مجاہد ہے اس کو جہاد کی ایک لذت حاصل ہوئی جو اس دنیا میں ہوئی اور روزہ دار ہے جو مجاہد تھا روزے دار بن گیا ان کو روزے کی ایک لذت حاصل ہوئی۔ یہ دونوں چیزیں الگ دوہری لذت کی صورت میں اس دنیا میں پیدا ہو سکتی ہیں اور یہی لذتیں جو ایک کے اوپر دوسری منازل بنا رہی ہوں یہ جب جنت میں متمثل ہوں گی تو بیک وقت ایک ہی گیٹ کے ساتھ اور گیٹ اس کے اوپر ایک اور گیٹ کے اوپر ایک گیٹ چڑھا ہوا ہوگا۔ داخل آپ ایک ہی دفعہ ہو گئے مگر ہر گیٹ اپنی تاثیر آپ کے اوپر ڈال رہا ہوگا۔ ہر گیٹ کا لطف آپ کو محسوس ہو رہا ہوگا ہرگز یہ مراد نہیں کہ اس گیٹ سے داخل ہو جاؤ پھر واپس نکلو، پھر دوسرے گیٹ سے جاؤ، پھر تیسرے گیٹ سے جاؤ یہ تو ایک بچگانہ تصور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف کسی صورت میں منسوب نہیں ہو سکتا۔ ناممکن ہے۔ مگر اگر اس کا عرفان آپ سمجھیں اس پر نظر ڈالیں تو بہت ہی عجیب پرلطف مضمون ہے جو روزمرہ ہمارے تجربے میں آتا ہے۔

پس جس کو ایک خاص لذت نصیب ہو وہی جانتا ہے کہ وہ لذت کیا ہے اور جب وہ دوسروں سے باتیں کرتا ہے تو کہتا ہے تمہیں کیا پتہ۔ یہاں تک کہ شراب پینے والے بھی نہ پینے والوں کو کہتے ہیں "ظالم تو نے پی ہی نہیں" تجھے کیا پتہ کیا چیز ہے جو تو چھوڑ رہا ہے، پیئے گا تو پتہ چلے گا۔ تو شراب معرفت کے متعلق یہ کہنا کہ جنہوں نے پی ہے انہیں کو پتہ ہے باقی کوئی اندازہ کر ہی نہیں سکتے اگر سچ ہے تو یہ سچ ہے۔ شراب کا تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیا نشے ہیں مگر اس سے زیادہ نشے اللہ تعالیٰ کی محبت کی مے کے دنیا میں بسا اوقات ایک انسان پالیتا ہے اور اس کے مقابل پر ہر نشہ ختم ہو جاتا ہے۔ پس قیامت کے دن جو "ریان" کا دروازہ ہے وہ یہ دروازہ ہے جو اس دنیا میں ہم تعمیر کرتے ہیں اور صرف پیاس کی بات پانی سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ دنیا کی ہر خواہش جو ہم خدا کی خاطر چھوڑتے ہیں اور ہمارے دل میں وہ ایک بھڑک لگا دیتی ہے جب خدا کی خاطر اس کو پورا کرتے ہیں تو وہ لذت ہے جو جنت میں متمثل ہوگی اور بہت بڑھ جائے گی اتنی کہ اس دنیا کی لذت سے اس کی کوئی نسبت نہیں ہوگی یا اس کے ساتھ اس دنیا کی لذت کو کوئی نسبت نہیں ہوگی۔

ایک دوسری حدیث ہے یہ بھی صحیح بخاری سے لی گئی ہے

ابراہیم بن سعد نے بتایا کہ ابن شہاب نے ہمیں خبر دی عبید اللہ بن عقبہ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نیکی میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں بہت ہی سخاوت کرتے تھے۔ جب جبریل آپ سے ملتے اور جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپؐ سے ملاقات کرتے تھے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قرآن کا دور کرتے جب جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملتے تو آپؐ نیکی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔

جھوٹ کے خلاف ایک عالمی جہاد کی ضرورت ہے جو ہمارے گھروں سے شروع ہوگا، ہمارے نفوس سے شروع ہوگا۔

تو یہی موسم والی بات ہر ایک پر اطلاق پاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سارا سال نیکیوں میں بہت تیز رفتار تھے تو رمضان میں کیا اسی رفتار سے چلتے تھے یا اس میں ایک نئی شان پیدا ہو جاتی تھی نئی جان آجاتی تھی۔ حدیثیں بتاتی ہیں کہ ان نیکیوں میں جو روزمرہ آپؐ کی عادت تھی ان میں ایک نئی جِلاء پیدا ہو جاتی تھی، ایک نیا جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ پہلے سے بڑھ کر تیزی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنی روزمرہ کی نیکیوں میں بڑھ جایا کرتے تھے۔ اب اس حدیث نے ہمیں ایک بڑا وسیع مضمون سمجھا دیا اپنے موازنے کا مضمون اپنے سال پر نظر ڈالیں، اپنی نیکیوں پر نظر ڈالیں ہر انسان خواہ نیک ہو یا بد ہو اسے کچھ نہ کچھ نیکی کی توفیق تو مل ہی جاتی ہے یعنی بد بھی ہو تو مل جاتی ہے، نیک بھی ہو تو اس کو بہرحال کچھ نہ کچھ توفیق ملتی رہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ رمضان میں وہ نیکیاں جو ہم نے سارا سال کی تھیں ان میں ایک نئی جِلاء پیدا ہوئی ہے۔ کیا ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے جس طرح عبادت کیا کرتے تھے اس سے زیادہ بڑھ کر اس سے زیادہ توجہ سے عبادت کر رہے ہیں۔ جس طرح پہلے صدقہ دیا کرتے تھے اس سے زیادہ توجہ کے ساتھ اور دلی خواہش کو ملا کر صدقے دیتے ہیں۔ محض بوجھ اتارنے کے لئے نہیں بلکہ محبت کے جذبے کے ساتھ جیسے محبت کے جذبے سے تحفے پیش کئے جاتے ہیں تو بعض دفعہ بڑے بڑے خوبصورت کاغذوں میں یا ڈبوں میں لپیٹ کر دیئے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ تو اتنے زیادہ خوبصورت کر دیئے جاتے ہیں کہ اندر سے تحفہ کم اور باہر کی سجاوٹ زیادہ۔ لیکن اللہ کے تحفوں میں بھی کسی حد تک سجاوٹ تو ضروری ہے اور وہ سجاوٹ جو ہے وہ خدا تحفوں کی طرح قبول فرماتا ہے وہ اس کا جزء بنا دیتا ہے۔

تو دیکھنا یہ ہے کہ ہماری قربانیوں میں کیا کوئی نئی حسن کی بات بھی پیدا ہوئی؟ ہم نے انہیں سجانے کی کوشش کی؟ جو نمازیں پہلے پڑھتے تھے ان کو اگر ہم بے خیالی سے پڑھ جایا کرتے تھے اور خیال کہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنے پر محنت نہیں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ چار رکعتیں پوری ہو گئیں یا تین رکعتیں پوری ہو گئیں تو بات ختم ہو گئی آؤ واپس اب دنیا کی طرف چلتے ہیں بلکہ بسا اوقات دنیا جیتی رہتی تھی اور نماز کے دوران وہ پیچھا چھوڑتی ہی نہیں تھی۔ بس محض ایک ظاہری بندھن تھا جس کے ٹوٹنے کے بعد کوئی بھی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی۔ ویسی ہی بات ہوتی ہے بعض دفعہ نماز پڑھنے والوں سے جس طرح کہ غالب نے کہا ہے کہ ؎

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

تو ایسے لوگوں کی نماز سے جب آنکھ کھلتی ہے تو ہاتھ کچھ نہیں ہوتا۔ نہ زیاں نہ سود لیکن ایک زیاں ضرور ہوتا ہے۔ غالب کا شعر تو ایک انسانی حالت پر طاری ہونے والا ہے، اطلاق پانے والا ہے۔ نماز کے معاملے میں ہاتھ تو کچھ نہیں آتا مگر وہ وقت ضائع ہو جاتا ہے جس میں ہاتھ آسکتا تھا اور اس لحاظ سے زیاں کا پہلو غالب رہتا ہے۔

پس یہ بھی دیکھیں کہ رمضان میں آپ کی وہ نیکیاں جن کی آپ کو پہلے توفیق ملا کرتی تھی کسی نئے جذبے سے جاگ اٹھی ہیں کہ نہیں۔ ان نیکیوں کی آنکھیں کھلی ہیں کہ نہیں یا غفلت کی حالت میں سوئے سوئے ادا ہو رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق قطعی طور پر ثابت ہے ایک حدیث نہیں اور بہت سی احادیث میں یہی مضمون ہے کہ رمضان کے دنوں میں

> **جھوٹ کے خلاف جو جہاد کرنا ہے اس کا جھنڈا جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں تھمایا گیا ہے۔ اگر آپ نے اس جھنڈے کو گرنے دیا تو کوئی ہاتھ نہیں ہوگا جو اس کو اٹھا سکے**

تو آپ کی نیکیاں اس قدر جوش دکھاتی تھیں کہ جیسے ہوا آندھی میں تبدیل ہو جائے اس طرح آپ ہر نیکی میں آگے بڑھ جایا کرتے تھے۔ تو یہ جو نیکیوں کا موازنہ ہے یہ بعض دفعہ دل کے طبعی جوش سے پیدا ہوتا ہے اور بعض دفعہ بالارادہ کرنا پڑتا ہے۔ یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تو اس بارے میں ارادے کے ساتھ محنت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ محنت تو بہت کرنی پڑتی تھی کیونکہ جب خدا کی رضا کی خاطر انسان پورا زور لگاتا ہے تو کچھ نہ کچھ جسمانی محنت اور اس کی تھکاوٹ کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر وہ محنت خود اپنے آپ کو سنبھال لیتی ہے کیونکہ ولولے اور محبت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اس لئے محنت تو ہے مگر اس طرح کی تھکا دینے والی محنت نہیں جیسے ایک آدمی ایسا کام کرے جس میں دل نہ ہو یا جسے بیگار کہتے ہیں۔ مزدور کو بھی اگر پوری مزدوری دو بلکہ اس سے کچھ زیادہ دے دو تو سخت محنت کر کے بھی وہ اتنا نہیں تھکتا جتنا کسی مزدور کو پکڑ لیا جائے اور کہا جائے چلو محنت کرو ورنہ تمہیں ماریں گے۔ وہ بے چارہ ہر قدم جو اٹھاتا ہے وہ منوں بوجھل ہوتا ہے خواہ ہلکا کام ہی اس کے سپرد ہو۔ تو محنت کے بھی مختلف مدارج ہیں، مختلف کیفیتیں ہیں۔ ان کے تابع ہمیں اپنے آپ کو دیکھنے جانچنے کا بہت اچھا موقع ہے خصوصاً رمضان شریف میں۔ رمضان میں ہم جتنا قدم نیکیوں میں آگے بڑھاتے ہیں اول تو یہ جانچ سکتے ہیں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرح ایک طبعی جوش سے ہم آگے بڑھے ہیں اور اس کی تکلیف کی بجائے جو محنت ہم کر رہے ہیں ہم اس سے لذت پا رہے ہیں اگرچہ جسم کمزور ہے اور روح کی تازگی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ حضرت مسیحؑ نے بھی کہا کہ روح جوش رکھتی ہے لیکن جسم کمزور ہے ویسی ہی کیفیت ہر انسان کو اپنے زندگی کے تجارب میں محسوس ہوتی ہے۔ ایک پیار سے کسی کی خاطر جاگتا ہے اور ایک مصیبت کے طور پر فرض کے طور پر جاگتا ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے اور وہ مزدور جس کو تھوڑی مزدوری ملتی ہے اس کی محنت اس کے لئے بہت ہی مشقت اور مصیبت بن جاتی ہے۔ وہ مزدور جس کو زیادہ مل جاتی ہے وہ زیادہ وقت چاہتا ہے اگر اس سے زیادہ محنت نہیں تو وہ شکوہ کرتا ہے۔ اب آپ تو پاکستان یا ہندوستان میں شاذ ہی یہ احتجاج ملیں گے کہ ہمیں OVERTIME نہیں دے رہے مگر یہاں اگر فیکٹریاں OVERTIME نہیں دیں گی تو خاص طور پر آزاد کشمیر کے جو آنے والے ہیں وہ تو بڑا شور مچاتے ہیں۔ ان کا بدن زیادہ سخت جان ہے اور اس کو وہ پیسے میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ تو کہتے ہیں یہاں OVERTIME نہیں دیا جا رہا بڑا ظلم ہو رہا ہے ہمارے اوپر۔ اور اگر واپس وہاں چلیں جائیں اور تھوڑے پیسے دے کر OVERTIME لیں تو کہیں گے

OVERTIME کیا جا رہا ہے بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ ایک ہی چیز ہے صرف کیفیت اور رجحان بدلنے سے وہ مختلف اثرات پیدا کر دیتی ہے۔

تو رمضان مبارک کو اس طرح بھی جانچیں۔ کچھ تو اس طرح کہ دیکھیں کہ آپ نے جو گزشتہ نیکیاں کی تھیں کیا رمضان کے مہینے میں ان میں ایک نئی زندگی پیدا ہوئی؟ کیا آپ نے ان نیکیوں میں کچھ قدم آگے بڑھایا جو رمضان کے بغیر آپ کو توفیق نہیں ملی تھی؟ اور پھر نیکیوں میں آپ نے پہلے سے بڑھ کر لذت محسوس کی کہ نہیں؟ اگر لذت محسوس کی ہے تو لازماً آپ کو کچھ ملا ہے اور یہی وہ ملنا ہے جس کی طرف رمضان ہمیں متوجہ کر رہا ہے اور وہ خدا کا ملنا ہے۔ تمام تر مقصد رمضان کا خدا کا ملنا ہے اور یہ لذتیں جن کی طرف میں اشارے کر رہا ہوں یہ تمام لذتیں خواہ کسی نوعیت کی ہوں تب پیدا ہوتی ہیں جب وصل کا احساس پیدا ہو، جب قرب الٰہی کا احساس پیدا ہو اس کے بغیر کوئی لذت، لذت بن ہی نہیں سکتی۔ نمازیں بھی اگر مزہ آئے گا تو لازماً ان لمحات میں مزہ آئے گا جب آپ کو خدا کے قرب کا احساس ہوگا ورنہ یہ نمازیں بور ہی رہیں گی۔ روزوں کے درمیان بھوک اور پیاس میں بھی اگر کوئی مزہ آئے گا تو محض اس وقت جب آپ کی توجہ اللہ کی طرف ہوگی اور آپ دل سے محسوس کریں گے کہ ہاں میں نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے تکلیف اٹھائی ہے اور مجھے خوشی ہے۔ وہ جو خوشی ہے وہ زبان کی بات نہیں ہوتی وہ دل کا تجربہ ہوا کرتا ہے۔ واقعۃً روزے دار جب یہ احساس پیدا کرے تو اس کو لطف آتا ہے کہ آہا بہت اچھی بات ہے۔ کچھ غریب ایسے بھی ہیں جو بے اختیار ہیں وہ بھوکے رہنے پہ مجبور ہیں مجھے تو اختیار تھا میں تو خدا کی خاطر رکا ہوں۔ پس اس پہلو سے رمضان ہوش کے ساتھ گزاریں اور جو گنتی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں ان میں اپنا موازنہ کرتے رہیں۔ اس دوران کی کیفیت کا موازنہ اپنی پہلی کیفیات سے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے احساس کا موازنہ اپنے پہلے احساسات سے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو میں امید رکھتا ہوں کہ اگلے دن آپ کے لئے بہت کچھ فائدہ چھوڑ جائیں گے اور زیاں کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔

رمضان جنت کی ہوائیں چلاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے یہ بھی صحیح بخاری سے حدیث لی گئی ہے کہ روزے ڈھال ہیں۔ سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور نہ جہالت کی بات اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا گالی دے تو چاہئے کہ اس سے دو بار کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

اب یہ حدیث جو ہے اس میں جو بو کا بیان ہے یہ ویسا ہی بیان ہے جیسا کہ "ریان" کی بات ہو رہی ہے کہ وہ ایک دروازہ ہوگا جنت میں۔ وہ کوئی ظاہری لکڑی کا دروازہ نہیں ہوگا۔ اور یہاں جو بو ہے خدا کو تو بو آتی ہی نہیں ان معنوں میں جن معنوں میں ہمیں آتی ہے۔ اگر خدا کو ان معنوں میں بو آئے تو دنیا کی اکثر جگہوں سے ہر قسم کی بدبو پائی جاتی ہے اور گندا ہونا کی بدبو تو اتنی عام ہے کہ زمین کے قریب بھی خدا نہ پھٹکے کبھی مگر خدا کو ان معنوں میں بو نہیں آتی۔ نہ ظاہری نہ روحانی معنوں میں

بلکہ اس کا علم ہے اور اسی علم کا نام بعض دفعہ یہ رکھا جاتا ہے کہ خدا نے محسوس کیا، خدا کو اس بو کا علم ہوا۔ تو علم اور چیز ہے اور ویسے تجربے میں سے گزرنا اور چیز ہے۔

تو مراد یہاں صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے صاف ستھرے ہوں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندوں میں سے خوشبو آئے ظاہری خوشبو بھی اور باطنی خوشبو بھی اور یہ ایک امر واقعہ ہے جو ہر مذہب میں ہمیں اسی طرح ملتا ہے۔ تمام مذاہب میں رواج ہے کہ کہیں وہ اپنے مندروں میں لوبان جلاتے ہیں، کہیں کئی قسم کی خوشبودار چیزیں چھڑکتے ہیں کہیں وہ عطر خود پہن کر یا لگا کر جاتے ہیں تو مسجد کے ساتھ خوشبو کا ایک تعلق ہے گرجوں کے ساتھ بھی خوشبو کا تعلق ہے مندروں کے ساتھ بھی خوشبوؤں کا تعلق ہے تو مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوشبو پسند ہے اس لئے نہیں کہ وہ خود سونگھتا ہے۔ اس لئے کہ تم سے محبت ہے تم سے پیار ہے تم جو اچھے لگتے ہو تو خدا کو بھی یہ اچھا لگتا ہے کہ تم جب خوشبودار ہو تو اللہ کو گویا تمہاری خوشبو کا لطف آ رہا ہے اور اس کے باوجود رمضان میں تمہارے منہ کی بدبو کا اس کو علم ہے اور جانتا ہے کہ تم تکلیف میں ہو لیکن خدا کی خاطر ہو، یہ تکلیف خدا کی خاطر اٹھا رہے ہو بدبو سے گزارا کر رہے ہو اللہ کی خاطر۔ تو یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ دیکھو میرا بندہ جس کو میں نے بہت ہی پاکیزگی کی تعلیم دی، پاکیزگی کی عادات ڈالیں، جس کو بار بار صاف ستھرا ہونے کے سلیقے سکھائے، پانچ دفعہ وضو کرتا ہے ہر گندی چیز سے بچنے کی کوشش کرتا ہے آج میری خاطر ایک ایسا کام کر رہا ہے کہ اتنے نفیس مزاج کا، اتنے صاف ستھرے مزاج کا انسان منہ میں بدبو لئے پھر رہا ہے اور جیسے پسینہ ہے تو یہ پیار کی کیفیت ہے، اپنا بچہ، اپنا عزیز جب کسی کی خاطر کوئی گندگی لگا بیٹھے تو وہ گند اس وقت اچھا لگتا ہے کہ اس نے اس کی خاطر کیا ہے۔ کئی دفعہ ایک انسان کسی چیز کو پکڑنے لگتا ہے جو نسبتاً گندی ہو تو کوئی پیار کرنے والا آگے بڑھ کر لپک کر اس کو ہاتھ میں اٹھا لیتا ہے۔ اب اس وقت پیار اس کا گندا ہاتھ اس کو برا تو نہیں لگا کرتا۔ کون کہہ سکتا ہے اوہو ہو تم نے تو ہاتھ گندا کر لیا۔ ہاتھ گندا کیا محبت کی خاطر اور وہ گندا ہاتھ پیارا لگ رہا ہوتا ہے اس پر رحم تو آتا ہے اس سے نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ پس یہ معنی ہے کہ خدا کو روزے دار کے منہ کی بدبو بھی پیاری لگتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خوشبوؤں میں کستوری کو، مشک کو ایک مقام ہے تو ساری دنیا میں شاعروں کی زبان پر جاری رہتا ہے کہ مشک کی خوشبو بہت ہی پاکیزہ اور عظیم خوشبو ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خدا کو روزے دار کی منہ کی بو پسند ہے جو خدا کی خاطر اس بدبو کے ساتھ نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب جھگڑیں تو جواب میں کہے "میں تو روزے دار ہوں"۔ یہ بحث ہے جواب میں کہے "میں تو روزے دار ہوں" یہ ایک ایسی دلچسپ چیز ہے جس کے کئی پہلو ہیں اصل میں۔ ایک تو یہ کہ جب آدمی کہے میں تو روزے دار ہوں تو اس وقت اس کا کسی اشتعال سے رک جانا اس اشتعال سے رک جانے کو ایک نیکی بنا دیتا ہے اور اس کے دل میں احساس جاگ اٹھتا ہے کہ میں خدا کی خاطر رک رہا ہوں۔ دوسرے یہ کہ جو سننے والا ہے جس نے زیادتی کی ہے اس کو یہ کہہ کر انسان ایک تسکین پا لیتا ہے کہ نہیں مجھے کمزور ہی نہ سمجھ لینا یہ اور بعض ایسے جوشیلے ہیں کہ ان کو صرف غصہ دبانا مشکل نہیں بلکہ برداشت کرنا مشکل ہے کہ اگلا مجھے نکما ہی نہ سمجھ رہا ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری بے عزتی ہو جائے گی جو ہر شخص کر جاتے ہیں اسی طرح بیچارہ رہ جاؤں گا چنانچہ ایسے مزاج کے لوگ بعض دفعہ بیٹھے بیٹھے پن پہ بھی نخرا کرتے ہیں۔ کہتے

ہیں خبردار ہے جو ہمارے متعلق کوئی کہے ہم بڑے کمینے، بدمعاش لوگ ہیں ہم یوں جواب دیا کرتے ہیں۔ اب وہ بے چارے کمینے بدمعاش اگر تھے روزے میں پھنس گئے ہیں تو کس طرح برداشت کریں گے تو اللہ تعالےٰ نے طریقہ سکھا دیا ہے تم یہ کہہ دیا کرو کہ میں پھنسا ہوا ہوں مجبور ہوں بندھا ہوا ہوں ورنہ میرا دل تو بڑا چاہ رہا ہے اس وقت کہ جوابی حملہ تم پہ کروں۔ تو نفسیاتی طور پہ جو ایک کمزوری کا احساس پیدا ہوتا ہے یہ بات کہنا اس کمزوری کے احساس کو دور کر دیتا ہے کہ میں تو خدا کی خاطر رکا ہوا ہوں۔ اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ اس کو آئندہ جوشوں پر قابو پانے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ ایک انسان جب اپنے جوشوں کو کھلی چھٹی دیتا ہے تو یاد رکھیں کہ ہمیشہ وہ چھٹی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ موہنہ تھوڑا سا کھلتا ہے تو پھر پھٹنے لگتا ہے۔ پھر ایسے لوگ مستقلاً موہنہ پھٹ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو موہنہ کو سنبھالتے ہیں وہ سنبھالتے سنبھالتے موہنہ کو ادب سکھا دیتے ہیں اور پھر بے اختیار موہنہ سے کوئی سخت لفظ نکلتا ہی نہیں۔ تو رمضان مبارک میں جو یہ بات زور سے کہی جاتی ہے آواز کے ساتھ کہ میں خدا کی خاطر رکتا ہوں تو کسی انسان میں تو یہ جذبہ جاگتا ہوگا کہ اللہ کی خاطر ان باتوں سے رکنا اگر اچھی بات ہے تو رمضان کے بعد میں کیوں پھر ایسی باتوں کو جاری رکھوں۔ اور رمضان کی ایک مہینے کی پریکٹس اس کے گیارہ مہینے کے کام آسکتی ہے اور وہ واقعۃً رمضان سے نکلتا ہے تو پہلے سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو پا کر اور قابو پانے کی صلاحیت حاصل کر کے نکلتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں، یہ جو بخاری سے حدیث لی گئی ہے اور ابو ہریرہ رضی کی روایت ہے کہ جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور یہاں روزے کے دوران کی بحث نہیں ہے بلکہ رمضان کی بات ہو رہی ہے۔ رمضان کا مہینہ آتا ہے اندر کوئی شخص جس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے وہ اس سے باز نہیں آتا تو ایسے شخص کا بھوکا اور پیاسا رہنا خدا تعالےٰ کے نزدیک قابل قبول ہی نہیں، قبولیت کے لائق نہیں ہے اور وہ بھوکا پیاسا اگر رہ جائے گا اور اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ تو جھوٹ کی طرف بھی توجہ کریں یہ آج کل بہت پھیل رہا ہے اور میں پہلے بھی بارہا جماعت کو متوجہ کر چکا ہوں کہ جھوٹ کے خلاف ایک عالمی جہاد کی ضرورت ہے جو ہمارے گھروں سے شروع ہوگا، ہمارے نفوس سے شروع ہوگا۔ بسا اوقات لوگ ملتے ہیں کہ جی آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا۔ میں کہتا ہوں "انا للہ وانا الیہ راجعون" میرے سامنے نہیں بولنا خدا کے سامنے بولتے چلے جانا ہے کیونکہ خدا سے چھپ کے کہاں جھوٹ بولیں گے۔ بہت ہی پاگلوں والا تاثر ہے۔ اب اگر کسی کے موہنہ پہ آئے گا مجھے یقین ہے اس وقت ہاتھ رکھ کے اپنے آپ کو روک لے گا کیونکہ ان کی عادت ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے اس پہ کہا کہ آپ بھی کئی آدمی کہتے ہیں۔ میں نے کہا واقعۃً یہ کس طرح ہوا تھا؟ کہ جی ہم آپ کے سامنے جھوٹ بول سکتا ہوں۔ میں نے کہا جو خدا کے سامنے بول سکتا ہے وہ سب کے سامنے بول سکتا ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ کے سامنے سچ بول سکتا ہوں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو سامنے جھوٹ بولتے ہیں۔

اس لئے جھوٹ ایک بڑی لعنت ہے اور جب یہ عادت پڑ جائے تو انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں یہ بڑی بدنصیبی ہے۔ اور اتنی عادت بن چکی ہے دنیا میں کہ آپ دیکھ کے حیران ہونگے۔ بعض ملک کے ملک، قوموں کی قومیں جھوٹ کے سمندر میں ایسا غرق ہو چکے ہیں کہ ان کو پتہ ہی نہیں کہ ہم ڈوب چکے ہیں اور فنا ہو چکے ہیں احساس ہی نہیں رہا اور سب سے بڑا عذاب اسی احساس کا مٹ جانا ہے کہ جھوٹ ایک لعنت ہے اور ہمیں سچائی کی طرف لوٹنا ہوگا۔ یہ جو جھوٹ کا سیلاب ہے اس نے اب بڑی بڑی ایسی قوموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے جو کسی زمانے میں سچائی پر فخر کرتی تھیں۔ اور یہ جو قوموں کا معاملہ ہے یہ ہر ملک میں الگ الگ قبائل سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ مجھ سے ملنے کے لئے ایک معزز دوست پاکستان سے تشریف لائے جن کے قبیلے کی بعض روایات ہیں بڑی بلند اور مقدس روایات ہیں کہ ظلم نہیں کرنا جھوٹ نہیں بولنا فلاں کام نہیں کرنا۔ تو انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ اب تو سارے ملک میں اپنے علاقے میں جدھر نگاہ ڈالتے ہیں سب قومیں غرق ہو چکی ہیں اس بات میں۔ دعا کریں کہ ہمیں یہ جھنڈا اٹھائے رکھنے کی توفیق ملے۔ اب تک تو خدا کے فضل سے ہم نے بڑی محنت اور کوشش کے ساتھ اس جھنڈے کو بلند رکھا ہے اور اپنی قومی روایات کو جو اعلیٰ روایات ہیں مرنے نہیں دیا مگر ایسے لوگ کم رہ گئے ہیں جزائر کی صورت میں ہیں اور ان میں بھی پھر انفرادی طور پر بہت سے نوجوان ایسے بھی ہوں گے جو رفتہ رفتہ دوسرے سیلاب میں بہہ گئے ہیں یا بہہ جانے والے ہیں۔ تو ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے جن کو احساس ہے کہ ہم ان خوبیوں کو زندہ رکھیں اور قوم میں یا بالعموم گردو پیش میں اس کا درس دینا چاہیئے کہ جھوٹ سے بڑی دنیا میں کوئی لعنت نہیں ہے۔

سارے عالم کو جھوٹ سے صاف کرنے کے لئے ایک بڑی عظیم جدوجہد کی ضرورت ہے

قوموں کے اعتبار سے اور ملکوں کے اعتبار سے وہ ممالک جن میں یہ فخر ہوتا تھا کہ ہم کم سے کم اپنی قوم سے جھوٹ نہیں بولتے اور سیاست دان جو قوم سے جھوٹ بولے اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ لیکن اب تو یہ روزمرہ کی بات بن گئی ہے۔ ایسے ممالک ہیں جہاں پولیس کے متعلق تقریباً یقین ہوا کرتا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گی مگر اب تو روزمرہ دستور بن گئے ہیں ان ممالک میں کہ پولیس بھی جھوٹے مقدمے بناتی اور اس کے نتیجے میں بعض معصوموں کو مظالم کا نشانہ بنا دیتی ہے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں ان ملکوں میں کہ ایک آدمی بے چارہ دس پندرہ سال کی قید برداشت کر کے اپنے جوانی کے دن قید میں گلا کر اور ضائع کر کے باہر نکلتا ہے اس لئے کہ پندرہ سال کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ پولیس نے سارا کیس ہی جھوٹا بنایا ہوا تھا۔ تو جھوٹ کا تو اب یہ حال ہو گیا ہے۔ اور جھوٹ کے خلاف جو جہاد کرنا ہے اس کا جھنڈا جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں تھمایا گیا ہے۔ اگر آپ نے اس جھنڈے کو گرنے دیا تو کوئی ہاتھ نہیں ہوگا جو اس کو اٹھا سکے گا۔ اس لئے ساری دنیا میں جھوٹ کے خلاف جہاد جاری رکھیں اور یہ جہاد اپنے نفوس سے شروع ہوگا اپنے گھروں سے شروع ہوگا اور رمضان مبارک میں تو بالخصوص آپ کے لئے بہت اچھا موقع ہے کہ رمضان کی ہوائیں آپ کی تائید کر رہی ہیں۔

رمضان سچ کی ہوائیں چلاتا ہے اور یہ ہوائیں جو ہیں یہ آپ کی مددگار بن گئی ہیں۔ پس جھوٹ سے خود بھی اجتناب کریں اور اپنے ملنے والوں پر بھی نظر رکھیں، اپنی بیوی پر اپنے ماحول اپنے گردو پیش

پڑا اپنے دوستوں پر کہ ان کی جو عادت بن گئی ہے روزمرہ جھوٹ بولنے کی اس سے وہ نکل کر باہر آئیں۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں جی یہ تو عادت کی بات ہے معمولی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ عادتیں جو ہیں یہ دراصل ہمیشہ قائم رہتیں بڑے بڑے جھوٹوں کو جب ایک جگہ سے کیا انحطاط ہے تو پھر آگے بیا اگلی چلی جاتی ہے۔ دنیا میں کہیں کوئی مقام ٹھہراؤ کا مقام نہیں ہے۔ یا آپ جوان ہو رہے ہیں یا آپ بوڑھے ہو رہے ہیں تیسری کوئی چیز نہیں۔ اگر جوانی کے بعد کہیں قدم رک گیا تو آپ سمجھتے ہیں کہ قدم رکے ہوئے ہیں، حقیقت میں مسلسل یا آپ جوانی کی طرف بڑھ جائیں گے یا بڑھاپے کی طرف تیزی سے آگے بڑھ جائیں گے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہیں ہے۔ یہی بدیوں کا بھی یہی حال ہے جب آپ ان سے تعلق بڑھاتے ہیں تو پھر وہ بڑھتے چلے جاتے ہیں یا تعلق کاٹتے ہوں گے اور پھر ان کو کاٹتے چلے جائیں گے یا بڑھیں گے اور بڑھتے چلے جائیں گے بیچ کی کوئی حالت نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا کہ دیکھو بعض دفعہ ایک کالا سا تل چہرے پر ظاہر ہوتا ہے اور وہ بیماری کا تل ہوتا ہے وہ پھیلنے لگتا ہے تو دیکھو تمہیں کتنی تکلیف ہوتی ہے کیسی گھبراہٹ ہوتی ہے کیسی کیسی فکروں میں مبتلا ہو جاتے ہو ڈاکٹروں کے دروازے کھٹکھٹاتے طبیبوں کے پاس پہنچتے کہ یہ داغ تو پھیلتا جا رہا ہے۔ اور بسا اوقات اگر صحیح علاج نہ ہو تو وہ چھوٹا سا داغ سارے چہرے کو بدنما کر دیتا ہے اور یہ داغ بعض دفعہ سفیدی کا داغ سفید برص کی صورت میں آتا ہے حالانکہ سفیدی کو لوگ پسند کرتے ہیں مگر جب یہ بیماری بن جائے تو وہ پھیلتے پھیلتے سارے جسم پر قبضہ کر جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ دیکھو گناہوں کا یہی حال ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم نے بہت معمولی معمولی ابتدائی گناہ کئے ہیں اور وہ کرتے چلے جاؤ اور ان کے خلاف تمہارے دل میں کوئی نفرت پیدا نہ ہو۔ اگر نہیں ہوگی تو پھر یہ داغ پھیلیں گے۔ پھر چھوٹے گناہ بڑھ کر بڑے گناہ بنیں گے اور بڑے گناہ بڑھ کر تمہیں گھیر لیں گے۔ اور جہاں تک گھیرنے کا تعلق ہے قرآن کریم میں ایک ایسی آیت ہے جو بہت ہی انذاری آیت ہے۔ فرماتا ہے وہ لوگ نہیں بخشے جائیں گے جن کو ان کی سیئات نے گھیر لیا ہو۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی بخشش کا ذکر فرماتا ہے کہ میں اگرچہ ہر گناہ کو بخش سکتا ہوں لیکن وہاں ایک بہت ہی باریک تعلیم یہ بھی دی کہ وہ لوگ جن کو ان کی برائی نے گھیر لیا ہو وہ نہیں بخشے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بعضوں کو کینسر کی بیماری گھیر لیتی ہے، بعضوں کو دوسری بیماریاں ہیں سل ہے یا دوسری ایسی بیماریاں وہ گھیرے میں لے لیتی ہیں ان کا گھیرا نہیں ٹوٹا کرتا پھر۔ تو گناہ کے گھیرے میں نہ آؤ یہ تعلیم ہے۔ اگر تم گھیرے میں آگئے تو پھر تمہاری جوابی جدوجہد بھی ختم ہو جائے گی یا بے معنی ہو جائے گی اور بسا اوقات ختم ہو جاتی ہے پھر انسان اس چیز کو ایک تقدیر کے طور پر ایک قانون کے طور پر قبول کر کے اس پہ راضی ہو بیٹھتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں ایک اور گناہ ایسا پیدا ہوتا ہے جس کا دائرہ پھر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

تو رمضان مبارک میں جھوٹ کے خلاف اگر آپ جہاد کریں تو یاد رکھیں اس کے نتیجے میں آپ کے روزے میں بھی برکت ہوگی۔ آپ ویسے بھی تو خدا کی خاطر کھانے سے رک رہے ہیں پینے سے رک رہے ہیں مگر اگر ساتھ یہ جہاد بھی شروع ہو جائے جو جھوٹ کے خلاف ہے، اس جھوٹ کے خلاف جو روزے کا زہر قاتل ہے اگر جھوٹ کھا لیا تو گویا سب کچھ روزے میں کھا لیا اور روزے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ پس جھوٹ کے خلاف اگر آپ جہاد شروع کریں گے اور اپنے گرد و پیش میں نظر رکھیں گے تو آپ کے روزے کی جو کیفیت ہے آپ کے لئے زیادہ ثواب لے کے آئے گی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قبولیت کی شرط سچائی رکھ دی ہے۔ پس جتنا آپ سچائی کی طرف آگے بڑھیں گے اتنا ہی آپ کے روزے مقبول ہوتے چلے جائیں گے اور اس کے نتیجے میں آپ کو دنیا میں بھی یہ محسوس ہوگا کہ یہ روزہ آپ کے لئے روحانی صحت کا موجب بن رہا ہے۔

پس سارے عالم کو جھوٹ سے صاف کرنے کے لئے ایک بڑی عظیم جدوجہد کی ضرورت ہے تبلیغ کے ذریعہ جہاں لوگ احمدیت کو قبول کرتے ہیں وہاں ان کے اندر اصلاح کی، تربیتی کام کا آغاز وہیں سے شروع ہو جانا چاہئے اور جن قوموں میں جھوٹ پایا جاتا ہے وہاں اس کے خلاف جہاد کریں۔ بعض قومیں ہیں جو غریب بھی ہیں مگر سچی ہیں مگر بعض ہیں جو امیر بھی ہیں اور جھوٹی بھی ہیں اور اسی طرح خاندانوں کا حال ہے، اسی طرح افراد کی کیفیت ہوتی ہے۔ تو آپ کو بیدار مغزی کے ساتھ جس شخص کو احمدیت کے دائرے میں لے کے آنا ہے اس کی کمزوریوں پر نظر ڈالنی ہوگی اور ان کی اصلاح کا جہاد فوراً شروع کرنا ہے کیونکہ کسی کا احمدیت میں آنا اس کے سوا کوئی معنے نہیں رکھتا کہ اب مجھے جو ٹھیک کرنا ہے کر لو میں حاضر ہوں، میں نے قبول کر لیا جو اصلاح کا دور ہے وہ ختم نہیں ہوا شروع ہوا ہے۔

قرآن کریم اسی مضمون کو بیان فرماتا ہے یہ کہہ کر، ہمیں یہ دعا سکھا کر کہ "ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا" اے ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کرنے والے کو، ایک اعلان عام کرنے والے کو کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سفر ختم ہونے کا اعلان ہے ہم ایمان لے آئے الحمد للہ فارغ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس کے بعد وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

"ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار"۔ اب ہماری زندگی کا وہ دور شروع ہوا ہے جہاں ہم نے ایک نئے تخلیق کے عالم میں دوبارہ ابھرنا ہے، پھر سے پیدا ہونا ہے۔ اس کے لئے ہماری درخواست یہ ہے۔ ہماری التجا یہ ہے کہ پرانے گناہوں کو، پرانی غلطیوں کو بخش دے اور جاری غلطیوں کی اصلاح فرماتا جا اور اس وقت تک ہمیں یہ توفیق دے، اس وقت تک ہم زندہ رہیں۔ جب تک تیری نظر میں ہم نیکوں میں جان دے رہے ہوں، بدوں میں جان نہ دے رہے ہوں۔ پس ہر آنے والے کے لئے یہ کوشش ضروری ہے اور اپنی ذات کے لئے اگر یہ نہیں ہوگی تو آنے والے کے لئے بھی نہیں ہو سکتی۔

پس اس رمضان میں ان باتوں کو سمجھ کر ان سے حتی المقدور استفادے کی کوشش کریں۔ خدا کرے کہ یہ رمضان ہمارے لئے ایسا زندہ ہو جائے کہ ہمیں ہمیشہ کی زندگی دے کر جائے، زندگی لے کر واپس نہ جائے۔

دعائے مغفرت

افسوس خاکسار کے خسر محترم حاجی محمد عبداللہ صاحب صدر جماعت احمدیہ شوپیان کشمیر مورخہ ۲۵ مارچ ۹۶ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نیک بزرگ صوم و صلوٰۃ کے پابند سلسلہ احمدیہ کے ساتھ بے لوث محبت کرنے والے شخص تھے۔ ایک لمبا عرصہ تک اپنی جماعت میں سیکرٹری مال کے فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد آپ اپنی جماعت کے صدر بنے اور تا وفات اس عہدہ پر فائز رہے۔ احباب کرام سے مرحوم کی بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق پانے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ ملک محمد ابراہیم شاہ
سیکرٹری مال جماعت احمدیہ شوپیان کشمیر

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی اہلیہ انتقال فرما گئیں!

انا للہ وانا الیہ راجعون

احباب جماعت کو دلی افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ کی صاحبزادی اور محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سابق وکیل اعلیٰ تحریک جدید کی بیگم صاحبہ محترمہ صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ دل کا دورہ پڑنے سے مورخہ ۲۷ مارچ کو رات ۱۰ بجے فضل عمر ہسپتال میں انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکی عمر ۷۷ سال تھی محترمہ بیگم صاحبہ کو صبح ساڑھے نو بجے دل کا دورہ پڑا۔ انہیں فوراً فضل عمر ہسپتال پہنچایا گیا جہاں ان کو آکسیجن لگائی گئی اور طبی امداد بہم پہنچائی گئی لیکن ڈاکٹروں کی تمام تر کوششوں کے باوجود آپ جانبر نہ ہو سکیں۔

محترمہ آمنہ طیبہ صاحبہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئیں اور ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے عقد میں آئیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے محترم صاحبزادہ مرزا مجیب احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم احمد صاحب اور ایک بیٹی محترمہ صاحبزادی عائشہ امۃ الباقی صاحبہ بیگم مکرم ظفر نذیر احمد صاحب پی۔ آئی۔ اے عطا فرمائیں۔

مرحومہ سالہا سال لجنہ اماءاللہ کی سیکرٹری برائے امور خارجہ رہیں۔ نہایت متقی غریبوں کی ہمدرد اور عبادت گذار خاتون تھیں۔

۲۸ مارچ کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب (ناظر اعلیٰ) نے محترمہ آمنہ طیبہ صاحبہ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں اہل ربوہ اور مجلس مشاورت پر آئے ہوئے مہمانوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی جس کے بعد موصیہ ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں تدفین عمل میں آئی محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے تدفین مکمل ہونے پر دعا کرائی۔

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے ۲۹ مارچ کے خطبہ جمعہ کے آخر پر مرحومہ کی مختلف خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپکا نام آمنہ تھا اور طیبہ۔ آپ حقیقی معنوں میں آمنہ تھیں۔ عقل کا مجسمہ، بہت سلجھی ہوئی طبیعت، اور اپنے والدین کی خوبیوں کی وارث تھیں۔ حضور ایدہ اللہ نے مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے لئے اس موقعہ پر خصوصیت سے دعا کی تحریک کی۔ اللہ تعالیٰ خود ان کا رفیق ہو اور صحت کے ساتھ زندگی دے۔ نماز جمعہ و عصر کے بعد حضور ایدہ اللہ نے مرحومہ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

تعزیت
قرارداد بر وفات حضرت سیدہ آمنہ طیبہ صاحبہ

ازطرف جماعت احمدیہ برطانیہ

ممبران مجلس عاملہ یو کے کے لئے یہ خبر نہایت ہی گہرے رنج و غم کا باعث ہوئی کہ حضرت سیدہ آمنہ طیبہ صاحبہ دل کا دورہ پڑنے پر ۲۷ مارچ ۹۶ء کو رات ۱۰ بجے وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت سیدہ مرحومہ کی عمر وفات کے وقت ۷۷ سال تھی۔

حضرت سیدہ مرحومہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ اور صاحبزادی نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی تھیں۔ نہایت متقی پرہیزگار عبادت گزار غریبوں کی مدد کرنے والی اور بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ حضرت سیدہ مرحومہ کو لجنہ اماءاللہ میں مختلف حیثیتوں سے خدمات سر انجام دینے کی توفیق ملی موجودہ وقت میں سیکرٹری امور خارجہ لجنہ اماءاللہ پاکستان کے فرائض سر انجام دے رہی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے حضرت سیدہ مرحومہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا رشتہ ازدواج تقریباً ۵۰ برس سے زیادہ عرصہ پر پھیلا ہوا ہے اور یہ ایک مثالی رشتہ تھا سارے خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں اگر کوئی مثالی رشتہ پیش کرنا ہوتا تو ان کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ ان کی رنجشیں اگر ہوئیں بھی تو کبھی دکھائی نہیں دیں۔ نہایت گہرے افہام و تفہیم کے ساتھ خود ہی اندر ہی اندر طے کر لیا گیا۔ ان کا نام آمنہ طیبہ تھا وہ حقیقی معنوں میں آمنہ تھیں اور حقیقی معنوں میں طیبہ تھیں۔ شاید ہی کوئی بیوی ایسی ہو جس کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہو کہ اس نے اپنے خاوند کی ہر امانت کا حق ادا کیا ہو اور کسی بھی طیب بات میں چوکی ہو۔

حضور انور نے مزید فرمایا حضرت سیدہ مرحومہ عقل کا مجسمہ تھیں بہت ہی سلجھی ہوئی طبیعت کی مالک تھیں اپنی والدہ حضرت صاحبزادی نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی تمام خوبیوں کی وارث تھیں۔ اور اپنے والد محترم نواب عبداللہ خان صاحبؓ کی خوبیوں کی بھی وارث تھیں۔ سیدہ مرحومہ موصیہ تھیں ۲۸ مارچ ۹۶ء کو بعد نماز جنازہ بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت سیدہ مرحومہ نے اپنے پیچھے دو بیٹے (مرزا مجیب احمد صاحب اور ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم احمد صاحب) اور ایک بیٹی عائشہ امۃ الباقی صاحبہ سوگوار چھوڑے ہیں۔

ممبران مجلس عاملہ یو کے حضرت سیدہ آمنہ طیبہ صاحبہ کی وفات حسرت آیات پر انتہائی گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور دیگر لواحقین کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ علیین عطا فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین۔

(۲) مرحومہ کی نیک صفات کا ذکر کرتے ہوئے محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ حیدرآباد نے بھی اپنی جماعت کی طرف سے ایک قرارداد تعزیت بغرض اشاعت بھجوائی ہے۔

ولادت

★ خاکسار کے چھوٹے بھائی عزیز طارق احمد خان کو اللہ تعالیٰ نے بتاریخ ۱۱ اپریل کو پہلی بیٹی عطا فرمائی ہے جس کا نام حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انیقہ طارق شبنم تجویز فرمایا ہے نومولودہ وقف نو میں شامل ہے نیز مکرم بہادر خان صاحب مرحوم درویش قادیان کی پوتی اور مکرم سید عبد الحفیظ صاحب آف خانپور ملکی بہار کی نواسی ہے عزیزہ کی صحت و تندرستی درازی عمر، خادمہ دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے (دلاور خان قادیان)

★ خاکسار کے چھوٹے بھائی عزیز نصیر احمد صاحب حافظ آبادی کو اللہ تعالیٰ نے بتاریخ ۱۷ اپریل پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کا نام "شاہ رخ نصیر" تجویز کیا گیا ہے بچے کی صحت و تندرستی درازی عمر اور خادم دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے۔ (اعانت بدر ۱۰/ روپے)

امیر احمد حافظ آبادی قادیان

بقیہ اداریہ صفحہ نمبر ۳

ہیں اور عمل کرتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں اور انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی یہ انتہا پسندانہ ذہنیت ہی دراصل آزاد خیال عورت کو بے باک کرنے کی بہت حد تک ذمہ دار ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک زمانے تک عورت کو نہ صرف تعلیم کے زیور سے محروم رکھا بلکہ اُسے پاؤں کی جوتی کی طرح سمجھا۔ اگر عورت کو حد درجہ کی آزادی دے کر اُسے غیر مردوں کی باتھوں میں جھلانے والے لوگ ایک انتہا کی طرف گئے ہیں تو اس کو عمر قید کی سزا دینے والے لوگ ایک دوسری انتہا کا شکار ہوئے ہیں

اس دور میں عورت کے لئے اعتدال پسند اور صحیح رستہ اگر کسی نے تجویز کیا ہے تو وہ قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں بانیٔ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے تجویز فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت کو با پردہ رکھنے یا گھر کی چار دیواری میں رہنے کی تعلیم دینے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس حد تک دھیان دیا جائے کہ غیر مرد و عورت کو باہم ایسی دعوت نہ مل سکے جس سے ان کے جذبات بہک جائیں۔ اتنا کنٹرول رکھتے ہوئے عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، بازار جا سکتی ہے سودا سلف خرید سکتی ہے۔ غیر مردوں کے ساتھ اپنے گھریلو کاروباری معاملات رکھ سکتی ہے، تعلیم حاصل کر سکتی ہے، تعلیم دے سکتی ہے، سیر و تفریح کے لئے جا سکتی ہے۔

پس بجائے دونوں انتہاؤں کی طرف بھاگنے کے اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے اس قدر ملحوظ رکھنا بہر صورت ضروری ہے کہ مرد کا مرکزی کردار اگر فطری طور پر بیرونی دنیا ہے تو عورت کا مرکزی کردار بہر حال اس کا گھر اور اس کے بچوں کی ذمہ داری ہے اور اس میں ہمارے معاشرہ کی بھلائی اور آئندہ کا امن و سکون مضمر ہے۔ (باقی)

(منیر احمد خادم)

شادی خانہ آبادی

مکرم نوابزادہ عباس احمد خان صاحب آف لاہور ابن حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ کے صاحبزادے عزیز النصر الیاس احمد خان صاحب کی شادی عزیزہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ بنت مکرم منصور احمد صاحب بی ٹی آف لندن سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو خاندان کے لئے اس رشتہ کو بہت ہی مبارک و مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔

(مرزا وسیم احمد۔ امیر جماعت احمدیہ قادیان)

اخبار "بدر" کی ملکیت اور دیگر تفصیلات کا بیان

بموجب پریس رجسٹریشن ایکٹ فارم نمبر ۴ قاعدہ نمبر ۸

رجسٹریشن نمبر:- R.N. 61/57

۱۔ مقام اشاعت	قادیان
۲۔ وقفۂ اشاعت	ہفت روزہ
۳-۴۔ پرنٹر و پبلشر	منیر احمد حافظ آبادی ایم اے
قومیت	ہندوستانی
پتہ	محلہ احمدیہ قادیان۔ پنجاب
۵۔ ایڈیٹر کا نام	منیر احمد خادم
قومیت	ہندوستانی
پتہ	محلہ احمدیہ قادیان۔ پنجاب۔ بھارت

میں منیر احمد حافظ آبادی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات جہاں تک میری اطلاعات کا تعلق ہے درست ہیں۔

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے
پرنٹر و پبلشر قادیان
پروپرائیٹر نگران بورڈ بدر قادیان

ارشادِ نبوی ﷺ
بَجِّلُوا الْمَشَائِخَ
(بزرگوں کی تعظیم کرو)
(منجانب)
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا،
آٹو ٹریڈرز
۱۶ ارمینین لین۔ کلکتہ ۱.....
AUTO TRADERS
فون نمبرز: ۲۴۸۵۲۲۲
۲۴۸۱۶۵۴
۲۴۳۰۷۹۴

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ ربوہ۔ پاکستان
PHONE:- 04524-649.
پروپرائیٹر:-
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد

طالبِ دعا، محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم
M/S NISHA LEATHER
SPECIALIST IN LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.
19 A, JAWAHAR LAL NAHRU ROAD
CALCUTTA-700081.

Star
PHONE:- 543105
CHAPPALS.
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATER & RUBBER CHAPPALS.
105/661, OPP. BLOCK No-7 FAHIMABAD COLONY
KANPUR-1 PIN-208001.

C.K.ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES.
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339. (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

PHONE:- 26-3287-
PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR & MARUTI
P.48 PRINCEP STREET.
CALCUTTA-700072.

گو دنیا میں تمہارے لئے ابھی وہ راہیں نہیں کھلیں جن پر چل کر تم خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہو

لیکن

میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ آسمان پر ان راہوں کو کھولنے کا فیصلہ ہو چکا ہے

وہ وقت آئے گا کہ تمام دنیا کے احمدیوں کو بیت الحرام کے طواف کی توفیق ملے گی۔

از سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"..... اے عشاق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اے عشاق توحید الٰہی جنہوں نے توحید الٰہی کے راز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سیکھے جنہوں نے "لا الٰہ الا اللہ" کی تفسیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی ہے۔ جنہوں نے عرفان الٰہی کے تمام راز خمخانہ توحید محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے جام بھر بھر کے پیئے ہیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب تک تم خدا کی رضا کی خاطر اس حج سے رکے ہو جس کی راہ میں تمہارے لئے خطرات درپیش ہیں اور جھوٹی عزتوں کی کوئی بھی پرواہ نہیں کرو گے خدا کی قسم آسمان پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نبوی کے طور پر تمہارا حج ضرور قبول کیا جائے گا اور ضرور قبول کیا جائے گا۔ اور ضرور قبول کیا جائے گا۔

پس اے وہ صاحبو جو بظاہر حج سے محروم ہو تمہیں مقبول حج کی مبارک ہو۔ یہ عید آج کے لئے بھی مبارک ہو، کل کے لئے بھی اور آئندہ ہمیشہ تمام احمدیوں کی نسلوں کے لئے بھی مبارک کرے ہو۔

اسی ضمن میں میں ابھی اس مبشر رویا کا ذکر کر دیتا ہوں۔ مجھے نظر آرہا ہے کہ آسمان پر ایسے فیصلے ہو رہے ہیں کہ دنیا کی تدبیریں خدا کی تقدیر کے تابع بدل دی جائیں گی۔

رویا میں میں نے حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا تھا اور اس کا ذکر پہلے بھی میں کر چکا ہوں۔ عید سے پہلے گزشتہ عید سے پہلے، میں نے رویا میں آپ کو دیکھا۔ بالکل مختصر سی رویا تھی۔ لیکن بالکل ایسے جیسے ایک زندہ نظارہ دیکھا جا رہا ہو۔ اور بہت ہی عجیب کیفیت پیچھے چھوڑ جانے والی تھی۔ آپ تشریف لائیں۔ مجھے کہا کہ میاں ہیلی کاپٹر کا انتظام کرو اور مجھے ہیلی کاپٹر پہ بٹھا کر خانہ کعبہ کا طواف تو کروا دو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں اماں جان میں کرتا ہوں اور یہ رویا ختم ہو گئی۔ اتنی مختصر رویا۔ اتنا گہرا اثر میرے دل پر چھوڑ گئی کہ ساری رات اسی کی کیفیت میں کھویا گیا سارے بدن کو جیسے کسی نے سہلا دیا ہو۔ ایک عجیب کیفیت تھی وجدگی، عجیب کیفیت تھی تسکین کی، طمانیت کی۔ خدا تعالیٰ نے اس چھوٹی سی رویا کے ذریعہ مجھے یہ خوشخبری عطا فرمائی۔ ہیلی کاپٹر میں یہ مضمون تھا۔ یہ کہ گو دنیا میں تمہارے لئے ابھی وہ راہیں کھلی نہیں جن پر چل کر تم خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہو لیکن میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ آسمان پر ان راہوں کو کھولنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔

اور یقیناً وہ وقت آئے گا جب کہ آسمان کی تقدیر دنیا کی تقدیر پر غالب آجائے گی اور تمام دنیا کے احمدیوں کو اپنے دلوں کو عشق کی مے سے بھر بھر کے خانہ کعبہ کے حضور حاضر ہو کر عشق اور محبت اور والہیت کے ساتھ بیت الحرام کے طواف کی توفیق ملے گی۔ انشاء اللہ و باللہ التوفیق۔"

(اقتباس از خطبہ عید الاضحیٰ ۱۹۸۰ء فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

پرچہ جات سوالات بھجوائے جا رہے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے پرچہ موصول نہ ہو تو فوری طور پر متعلقہ دفتر سے معلوم کریں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ولادت

مورخہ ۱۱ مارچ کو مکرم عبد الغفار صاحب شجیع یادگیر کے ہاں لڑکی تولد ہوئی جس کا نام امۃ الودود مونا رکھا گیا۔ نومولودہ مکرم رحمت اللہ صاحب جینیا یادگیر کی پوتی اور مکرم فاروق احمد صاحب لارجی آف شاہ آباد کی نواسی ہے۔ بچی کے نیک صالحہ و خادمہ دین بننے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ اعانت بدر ۵۰/- روپے

(عبد المنان سالک نمائندہ بدر یادگیر)

مبلغین و معلمین متوجہ ہوں

جملہ مبلغین، معلمین کرام نظارت دعوت و تبلیغ و تحریک جدید، انجمن وقف جدید اندرون و بیرون کو مطلع کیا جاتا ہے کہ امتحان دینی نصاب مورخہ ۵ مئی ۱۹۹۶ء کو لیا جائے گا۔

مبلغین کیلئے نصاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" مکمل اور معلمین کیلئے نصاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے پہلے سوال "انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتیں" کا جواب مقرر کیا گیا ہے۔

تندرستی ہزار نعمت ہے

BODY GROW GYM
SANTOSH NAGAR

ARROW GYM
CHADRAN GUTTA.

چیف کوچ :- محمد عبد السلیم نیشنل باڈی بلڈر۔ حیدر آباد

وزن کم کرنے، بڑھانے، موٹاپا دور کرنے کے سلسلہ میں تیار کی جانے والی ایکسرسائز اور خوراک باڈی بلڈنگ کر رہے احباب شیڈول کیلئے (باڈی ویٹ ۔ ساتھ لکھیں) مستورات مسلم باڈی کیلئے معلومات حاصل کریں باڈی ویٹ بڑھانے یا کم کرنے کیلئے BODY GROW پاؤڈر دستیاب ہے۔

مکمل معلومات کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں :-

M.A. SALEEM (BODY BUILDER), H-NO. 18-2-888,10/11.
NIMRA COLONY, FALAKNUMA POST--500253.
HYDERABAD. (A.P.) INDIA (فون نمبر:- 040-219036)